جہات الاسلام
JIHĀT-UL-ISLĀM
RESEARCH JOURNAL
HEC Recognized Journal (Y Category)
Faculty of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore
p-ISSN: 1998-4472
e-ISSN: 2521-425X
OPEN ACCESS HJRS
Email: jihat.is@pu.edu.pk

عورت کی معاشی خود مختاری اور ملازمت: اسلامی تعلیمات اور فقہی افکار کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Women's Economic Independence and Employment: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings and Jurisprudential Thought

1. Shamim Ammara (Corresponding Author)
Lecturer in Islamic Studies, Government Graduate College for Women, Pattoki, Pakistan.
Email: shamimammara01gmail.com
2. Naseem Akhtar
Lecturer in Arabic, Government Graduate College for Women, Pattoki, Pakistan.

HOW TO CITE THIS ARTICLE *

Ammara, Shamim, and Naseem Akhtar. "Women's Economic Independence and Employment: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings and Jurisprudential Thought" *Jihāt-ul-Islām Research Journal*, Vol. 19, Issue 03 (Jan –Jun 2026), 56-71.

Abstract

Women's employment is still one of the most important contemporary juristic and social issues that continues to generate scholarly debate across the Muslim world. The phenomenon of women participation in economic activities is becoming more and more common with the expansion of modern education, urbanisation, economic development and professional opportunities. This transformation has raised critical questions regarding Islam's position on women's work, the legal and ethical boundaries of such work, and how contemporary Muslim jurists have treated this question both from an intellectual and methodological perspective. The present study is an

*Received: 14 Oct 2025; Revised: 20 Nov 2025; Accepted: 25 Jan 2026; Published online: 27 Mar 2026

INDEXED / ABSTRACTED PUBLICATION & ETHICS STATEMENT BY
IRI Islamic Research Index
AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER
RESEARCHBIB ACADEMIC RESOURCE INDEX
اردو اشاریہ جرائد
Copyright © The Author(s). No conflict. CC BY 4.0 license.
Faculty of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

analytical and comparative study of women's employment in the light of the Qur'an, the Prophetic Sunnah, classical jurisprudence and contemporary scholars' opinion. For the deeper scholarly dimensions of the issue and to go beyond the simplistic debate of permissibility versus prohibition, a descriptive, analytical and comparative research methodology has been employed. The results show that Islam considers women as independent legal and economic persons. The Qur'an confirms women's rights to own property, inherit and earn legally, and the Sunnah provides many examples of women's involvement in trade, education, health care and social welfare activities. In the four major schools of Islamic jurisprudence, the principle of women's financial autonomy is recognised but they stress that the practical application of economic activities should be within the framework of Islamic ethics, modesty, family responsibilities and moral boundaries. The study concludes that the most authoritative and balanced juristic position is neither an absolute prohibition nor an unrestricted freedom, but rather a conditional permissibility. This view is more in line with the Qur'an, the Sunnah, the principles of fiqh, and the objectives of the Shariah (Maqāṣid al-Sharīʿah). It also offers a more pragmatic and balanced approach to managing the realities of contemporary Muslim societies.

Keywords: *Women, Work, Islamic law, modern scholars, economic rights, Maqāṣid al-Sharīʿah*

تعارف موضوع

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسان کی انفرادی، خاندانی، معاشی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے مرد و زن دونوں کو عزت نفس، ذمہ داری اور اخلاقی حدود کے ساتھ زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے۔ عورت کے بارے میں اسلام نے بنیادی موقف یہ اختیار کیا کہ وہ محض گھر کی چار دیواری میں محدود مخلوق نہیں بلکہ ایک باوقار، بااختیار اور ذمہ دار انسانی شخصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے عورت کے حقِ ملکیت، حقِ وراثت، حقِ مہر، حقِ تعلیم اور حقِ تصرف کو واضح انداز میں تسلیم کیا ہے۔ قرآن مجید بھی مرد و عورت دونوں کے اعمال کی یکساں قدر کو یوں بیان کرتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً [1]

"جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے اور ان لوگوں کو ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے بدلے میں ضرور عطا کریں گے۔"

عصرِ حاضر میں جب عالمی معیشت، تعلیم، طب، سماجی بہبود، تحقیق، میڈیا اور کاروبار کے میدان وسیع ہو چکے ہیں، عورت کی معاشی شرکت ایک عملی حقیقت بن گئی ہے۔ مسلم معاشروں میں بھی خواتین اساتذہ، ڈاکٹرز، نرسز، محققین، بینکار، قانونی مشیران، سماجی کارکنان اور کاروباری خواتین کے طور پر فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس تبدیلی کے ساتھ یہ ضرورت بھی پیدا ہوئی کہ عورت کی ملازمت کے مسئلے کو جذباتی انداز کے بجائے اصولی، علمی اور فقہی بنیادوں پر سمجھا جائے۔ یہ تحقیق اسی ضرورت کے جواب میں مرتب کی گئی ہے۔

اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ آیا اسلام عورت کی ملازمت کو اصولاً منع کرتا ہے یا اس کی اصل بحث حدود، شرائط اور اطلاق سے متعلق ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ قرآن کی آیات، سنتِ نبوی کے واقعات، فقہی قواعد اور معاصر علما کی آراء اس مسئلے میں کس سمت رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں کئی افراد اس مسئلے کو یا تو مکمل آزادی کے نام پر اخلاقی حدود سے الگ کر دیتے ہیں، یا پھر مطلق ممانعت کے نام پر عورت کی تمام معاشی شرکت کو مشکوک بنا دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصورِ حیات دونوں انتہاؤں سے مختلف ہے؛ یہ آزادی کو ذمہ داری کے ساتھ، اور ضرورت کو اخلاق کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اسی توازن کو سامنے رکھنا اس مقالے کی بنیادی علمی غرض ہے۔

مسئلہ، تحقیق، اہمیت اور سوالات

اس مقالے کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عورت کی ملازمت کے بارے میں اصل اختلاف کس نوعیت کا ہے۔ کیا اسلام عورت کو گھر سے باہر کام کرنے سے اصولاً روکتا ہے، یا یہ اختلاف صرف ان شرائط اور ماحول سے متعلق ہے جن میں عورت کام کرتی ہے؟ فقہی لٹریچر کا گہرا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اصل نزاع ممانعتِ کلی کا نہیں بلکہ عملی حدود، اخلاقی اصولوں اور خاندانی ذمہ داریوں کے تحفظ کا ہے۔

اس تحقیق کی اہمیت دو پہلوؤں سے نمایاں ہے۔ ایک طرف یہ مسئلہ فقہ، تفسیر، حدیث اور اصولِ فقہ سے جڑا ہوا ہے؛ دوسری طرف اس کا براہِ راست تعلق جدید مسلم معاشروں کی سماجی اور معاشی حقیقت سے ہے۔ اگر اس مسئلے کو محض روایتی جملوں تک محدود رکھا جائے تو عورت کی تعلیمی، طبی اور سماجی خدمات کے بہت سے مثبت پہلو نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اسے صرف جدید آزادی کے تصور سے سمجھا جائے تو اسلامی اخلاقی نظم کمزور پڑ جاتا ہے۔

اس تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں :

* اسلام عورت کو کن معاشی حقوق کا مالک قرار دیتا ہے؟
* قرآن و سنت عورت کی ملازمت کے بارے میں کیا اصول دیتے ہیں؟
* کلاسیکی فقہی مکاتب اس مسئلے میں کیا موقف رکھتے ہیں؟
* معاصر فقہاء میں کس موقف کو زیادہ قوت حاصل ہے؟
* مقاصدِ شریعت کی روشنی میں عورت کی ملازمت کی کون سی صورتیں زیادہ قابلِ قبول ہیں؟

ان سوالات کے ذریعے یہ مقالہ ایک متوازن علمی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ بحث جذباتی سطح سے نکل کر دلیل، نقل اور اصول کے دائرے میں آ جائے۔۔

سابقہ لٹریچر کا جائزہ

کلاسیکی فقہ کی کتابوں میں اگرچہ عورت کی ملازمت بطور مستقل عنوان کم ملتا ہے، تاہم تجارت، اجارہ، گواہی، مہر، وراثت، ملکیت، تعلیم، طبابت اور بازار کی نگرانی جیسے ابواب میں اس کے اصولی مباحث بڑی وضاحت سے موجود ہیں۔ امام سرخسی، امام کاسانی، امام نووی، امام ابن قدامہ، امام ابن رشد اور دیگر فقہاء نے عورت کی مالی خود مختاری کو اصولی طور پر تسلیم کیا ہے۔[2]

جدید دور میں عبدالکریم زیدان نے عورت کے خاندانی اور سماجی کردار پر نہایت مفصل گفتگو کی اور اس نتیجے تک پہنچے کہ عورت کی معاشی سرگرمی بذاتِ خود ممنوع نہیں، البتہ اس پر اخلاقی اور شرعی قیود لازم ہیں۔ یوسف القرضاوی نے جدید سماجی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے عورت کی معاشی شرکت کو ایک جائز اور مفید ضرورت قرار دیا۔ وہبہ الزحیلی نے فقہی قواعد کی روشنی میں اسے اصولِ اباحت اور مصلحتِ عامہ کے ساتھ جوڑا۔ محمد سعید رمضان البوطی نے نسبتاً محتاط مگر اعتدالی موقف پیش کیا۔ ان کے نزدیک عورت کی ملازمت کو مطلق طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا، تاہم اس میں خاندانی نظام، حیا، اور معاشرتی نظم کا تحفظ لازم ہے۔ محمد تقی عثمانی نے بھی اسی اعتدال کی راہ اختیار کی اور واضح کیا کہ عورت کی ملازمت اگر جائز دائرے میں ہو تو اس کی تائید کی جا سکتی ہے۔[3]

سابقہ لٹریچر میں ایک اہم خلا یہ محسوس ہوتا ہے کہ بیشتر تحریریں یا تو صرف جواز و عدمِ جواز کی سطح پر رک جاتی ہیں، یا پھر جدید سماجی حقائق کو فقہی اصولوں سے جدا کر دیتی ہیں۔ اس مقالے میں دونوں سطحوں کو یکجا کر کے ایک جامع اور تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ مسئلے کی فقہی بنیاد بھی واضح ہو اور معاصر عملی صورتِ حال بھی سامنے آ سکے۔

طریقۂ تحقیق

یہ تحقیق معیاری، توصیفی، تجزیاتی اور تقابلی نوعیت کی ہے۔ اس میں قرآن مجید، احادیثِ نبویہ، کلاسیکی فقہی متون، معاصر اسلامی تصانیف اور متعلقہ علمی مضامین کو بنیادی مصادر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ تحقیق کا مقصد کسی ایک موقف کی محض تائید نہیں بلکہ مختلف دلائل کو ان کے علمی وزن کے ساتھ سمجھنا ہے۔ تحقیقی طریقِ کار میں پہلے عورت کے معاشی مقام کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا، پھر کلاسیکی فقہی مکاتبِ فکر کے مواقف کا جائزہ لیا گیا، اس کے بعد معاصر فقہاء کی آراء کو پیش کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کیا گیا، اور آخر میں مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر راجح موقف متعین کیا گیا۔

یہ اسلوب اس لیے اختیار کیا گیا تاکہ بحث منظم، علمی اور قابلِ فہم رہے۔ محض تاریخی مثالیں پیش کر دینا کافی نہیں تھا؛ اسی لیے ان مثالوں کو فقہی اصولوں کے ساتھ مربوط کر کے ایک مضبوط استدلالی خاکہ بنایا گیا۔

حضرت خدیجہؓ کی تجارتی خدمات

حضرت خدیجہؓ کی تجارتی شخصیت اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مضاربت کی روایت سیرت و تاریخ کی معروف کتب میں مذکور ہے؛ اس باب میں طبقات ابن سعد کی روایات ملاحظہ کی جائیں۔ قرآن مجید نے عورت کو حقِ ملکیت دیا۔ سورۂ النساء میں ظلم کے ساتھ عورت کی میراث کھانے سے منع کیا گیا، اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ عورت کا مال اس کی اپنی ملکیت ہے۔ اس آیت کا فقہی مفہوم یہ ہے کہ عورت بالغ، عاقل اور آزاد ہونے کی صورت میں اپنے مال میں خود مختار ہے۔[4] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ۔[4]

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو، اور نہ ہی انہیں اس نیت سے روکے رکھو کہ جو مال تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔

عورت کے حقِ وراثت کا ذکر قرآن میں ایک انقلابی قدم تھا۔ عرب معاشرے میں عورت کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا، مگر اسلام نے اسے نہ صرف وراثت کا حق دیا بلکہ اس حق کو شرعی نظام کا حصہ بنا دیا۔ وراثت محض اقتصادی سہولت نہیں بلکہ عورت کی انسانی وقعت اور معاشی خودمختاری کی علامت ہے۔ حقِ کسبِ معاش کے بارے میں سورۂ النساء کی آیت 32 نہایت اہم ہے، جس میں مرد اور عورت دونوں کے لیے ان کی کمائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت سے مفسرین نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ عورت کی محنت اور کمائی شرعاً معتبر ہے۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ عورت کی جائز آمدنی اسلام کے نزدیک قابلِ احترام اور قابلِ تحفظ ہے۔[5] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ [5]

ترجمہ: مردوں کے لیے اس (مال و ثواب) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال و ثواب) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

حقِ مہر بھی عورت کی ذاتی ملکیت ہے۔ قرآن نے مہر کو عورت کے لیے خوش دلی سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مالی حقوق میں مہر ایک مستقل حق ہے، کوئی عطیہ یا احسان نہیں۔ اس کا مقصد عورت کو معاشی احترام، خاندانی تحفظ اور مالی وقار فراہم کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ آتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً۔[6]**ترجمہ:**اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔

سنتِ نبوی اور خواتین کا عملی کردار

سنتِ نبوی ﷺ میں عورتوں کی معاشی، تعلیمی، طبی اور رفاہی خدمات کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ اس سلسلے میں ایک نمایاں نمونہ ہیں۔ آپؓ مکہ مکرمہ کی معروف اور کامیاب تاجرہ تھیں، جن کے تجارتی قافلے شام اور دیگر علاقوں تک سفر کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے قبل حضرت خدیجہؓ کے مال میں مضاربت کی بنیاد پر تجارتی سفر فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کی معاشی سرگرمیوں اور تجارتی صلاحیتوں کو تسلیم کیا ہے۔[7] اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین گھریلو اور معاشی امور میں عملی کردار ادا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي، وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرَسَخٍ۔[8]

ترجمہ: میں زبیرؓ کی اس زمین سے، جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا فرمائی تھی، کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی، اور وہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ کے فاصلے پر تھی۔

مزید برآں حضرت زینبؓ زوجۂ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے شوہر اور گھر والوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ جب انہوں نے اپنی آمدنی صدقہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔[9]

ترجمہ: ہاں، اس کے لیے دو اجر ہیں: ایک صلہ رحمی کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔

اسی طرح غزواتِ نبویہ میں خواتین کی طبی اور رفاہی خدمات بھی نمایاں نظر آتی ہیں۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنُدَاوِي الْجَرْحَى وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ۔[10]

ترجمہ: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں، مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور شہداء کو مدینہ واپس لاتی تھیں۔

یہ تمام شواہد اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں عورتیں شرعی حدود و آداب کے دائرے میں رہتے ہوئے معاشی، رفاہی، طبی اور سماجی خدمات سرانجام دیتی تھیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ان خدمات کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ بعض مواقع پر ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

عورت کی ملازمت پر قرآنی دلائل

سورۃ النساء کی آیت 32 عورت کی کمائی کے حق اور اس کی مالی خود مختاری کی بنیادی قرآنی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ [11]

ترجمہ: مردوں کے لیے اس (مال و ثواب) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال و ثواب) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

اس آیتِ مبارکہ میں مرد اور عورت دونوں کے کسب اور معاشی سرگرمیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشی عمل میں دونوں کی شرکت شرعاً معتبر ہے۔ اگر عورت کی معاشی جدوجہد فی نفسہٖ ناجائز ہوتی تو قرآنِ مجید اس کے کسب و کمائی کو تسلیم نہ کرتا۔ مفسرین نے اس آیت سے عورت کی مالی ملکیت، حقِ تصرف اور جائز ذرائع سے معاش حاصل کرنے کے حق پر استدلال کیا ہے۔[12] اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت 71 مرد و عورت کے باہمی تعاون اور معاشرتی ذمہ داریوں کو واضح کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔[13]

ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں؛ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرہ صرف مردوں پر مشتمل نہیں بلکہ خواتین بھی اصلاحِ معاشرہ، خدمتِ خلق اور اجتماعی فلاح کے میدان میں شریک ہیں۔ لہٰذا عورت کا معاشرتی اور رفاہی کردار قرآنِ مجید سے ثابت ہے، بشرطیکہ وہ شرعی حدود و آداب کی پابندی کے ساتھ انجام دیا جائے۔[14] مزید برآں سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کے ضمن میں دو خواتین کا ذکر ملتا ہے جو اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ۔[15]

ترجمہ: اور اس نے ان لوگوں سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے تھیں۔ موسیٰؑ نے پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک چرواہے واپس نہ چلے جائیں۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرورت کے وقت خواتین معاشی اور عملی ذمہ داریاں ادا کر سکتی ہیں۔ تاہم اس واقعے میں ان خواتین کی حیا، وقار اور غیر ضروری اختلاط سے اجتناب بھی نمایاں ہے، جو اسلامی تعلیمات کا اہم تقاضا ہے۔[16]

دوسری جانب اسلام عورت کے اصل دائرۂ کار، گھریلو استحکام اور حیاو وقار کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

چنانچہ سورۂ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ [17]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بے پردگی نہ دکھاؤ۔

اس آیت کا مقصد خواتین کو مطلقاً گھروں تک محدود کرنا نہیں بلکہ انہیں وقار، عفت، حیا اور اسلامی آداب کی پابندی کی تلقین کرنا ہے۔ اسی لیے فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ ضرورت، مصلحت اور شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ عورت کا گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ قرآنِ مجید کی مختلف آیات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک متوازن تصور پیش کرتا ہے جس میں عورت کی عزت، خاندانی ذمہ داریوں اور معاشرتی و معاشی خدمات کے درمیان اعتدال اور توازن قائم رکھا گیا ہے۔[18]

حدیثی دلائل کا تنقیدی مطالعہ

عورتوں کی معاشی، سماجی اور رفاہی شرکت کے متعدد شواہد احادیثِ نبویہ میں موجود ہیں۔ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین نہ صرف گھریلو ذمہ داریاں ادا کرتی تھیں بلکہ ضرورت اور مصلحت کے تحت معاشی، طبی، تعلیمی اور سماجی میدانوں میں بھی خدمات انجام دیتی تھیں۔ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی تجارت، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی عملی محنت، حضرت زینبؓ زوجۂ عبداللہ بن مسعودؓ کی مالی معاونت اور حضرت ربیع بنت معوذؓ و حضرت ام عطیہؓ کی رفاہی خدمات اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔[19] حضرت زینبؓ زوجۂ عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے شوہر اور اہلِ خانہ کی مدد کیا کرتی تھیں۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرنا صدقہ شمار ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ

ترجمہ: ہاں، اس کے لیے دو اجر ہیں: ایک قرابت داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔[20]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنی ملکیت اور کمائی میں مستقل حق رکھتی ہے اور اسے اپنے مال میں تصرف کا اختیار حاصل ہے۔ نیز اگر وہ اپنے خاندان کی مالی معاونت کرے تو اسے شرعاً اجر و ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت ربیع بنت معوذؓ اور حضرت ام عطیہؓ سے مروی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین غزوات کے دوران زخمیوں کی تیمارداری، مجاہدین کو پانی پلانے اور دیگر رفاہی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں:

كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنُدَاوِي الْجَرْحَى وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ۔[21]

ترجمہ: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں، مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور شہداء کو مدینہ واپس لاتی تھیں۔

حضرت ام عطیہؓ بھی بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں شریک ہوئیں اور مجاہدین کی خدمت، زخمیوں کی دیکھ بھال اور ضروری انتظامات انجام دیتی رہیں۔ ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی سماجی اور رفاہی خدمات کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ خدمات کسی صنفی امتیاز کے خاتمے یا خاندانی ذمہ داریوں سے دست برداری کی علامت نہیں تھیں بلکہ معاشرتی ضرورت اور اجتماعی مصلحت کے تحت انجام دی جاتی تھیں۔ احادیثِ نبویہ کا مجموعی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کی جائز محنت، خدمت اور معاشرتی شرکت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ سنتِ نبویہ کا مزاج عورت کی معاشی و سماجی نفی پر نہیں بلکہ شرعی حدود، اخلاقی نظم اور عفت و حیا کی پابندی کے ساتھ مثبت شرکت پر مبنی ہے۔[22]

تحدیدِ شرائط: حجاب، اختلاط اور خاندانی ذمہ داریاں

فقہاء نے عورت کی ملازمت پر جو شرائط لگائی ہیں ان کی بنیاد عورت کی تضحیک نہیں بلکہ اس کی عزت، تحفظ اور خاندانی کردار کا تحفظ ہے: سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ملازمت جائز نوعیت کی ہو۔ ایسے پیشے جن میں حرمت، فحاشی، ظلم یا گناہ ہو، ان میں شرکت درست نہیں۔ دوسری اہم شرط حجاب اور عفت کی پابندی ہے۔ اس کا مقصد عورت کو محض ایک جمالیاتی یا تجارتی شے بننے سے بچانا ہے۔ اسلام میں حجاب صرف کپڑے کا مسئلہ نہیں بلکہ نگاہ، رویّے، گفتار اور طرزِ عمل کا بھی نام ہے۔ تیسری شرط غیر ضروری اختلاط سے اجتناب ہے۔ یہ شرط اس لیے دی گئی کہ معاشرتی آداب برقرار رہیں اور تعلقات حدود سے باہر نہ نکلیں۔ جہاں کام کی نوعیت کے سبب مخلوط ماحول ناگزیر ہو، وہاں بھی شرعی وقار اور نظم برقرار رکھنا ضروری ہے۔ چوتھی شرط خاندانی ذمہ داریوں کا تحفظ ہے۔[23] اگر عورت کی ملازمت بچوں کی تربیت، شوہر کے حقوق یا گھر کے استحکام کو بری طرح متاثر کرے تو اس صورت میں ترجیحات از سرِ نو طے کرنا ہوں گی۔ اسلام ایک ایسے نظام کو پسند کرتا ہے جس میں فرد کی ضرورت اور خاندان کی بقا دونوں کو اہمیت دی جائے۔

معاصر فقہاء کے مواقف

معاصر علما میں یوسف القرضاوی، وہبہ الزحیلی، عبدالکریم زیدان، محمد سعید رمضان البوطی اور محمد تقی عثمانی کے مواقف نسبتاً نمایاں ہیں۔ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کی ملازمت اصولاً جائز ہے، مگر شرائط اور حدود کے ساتھ۔القرضاوی کا زور اس بات پر ہے کہ عورت کو معاشی سرگرمی سے روکا نہ جائے، البتہ اس کے لیے شرعی آداب کی پابندی لازم ہو۔ ان کے نزدیک اصل مسئلہ ملازمت نہیں بلکہ اخلاقی انحراف ہے۔زحیلی معاشرتی ضرورت اور مصلحتِ عامہ کو زیادہ نمایاں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسے شعبے جہاں خواتین کی موجودگی ناگزیر یا مفید ہو، وہاں عورت کی شرکت اسلامی اصولوں کے تحت نہ صرف جائز بلکہ بعض حالات میں مطلوب ہے۔[24]

زیدان اور البوطی خاندان کے استحکام کو مرکزیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر ملازمت خاندانی نظام کو کمزور کرے تو اس کی شکل و نوعیت پر دوبارہ غور کرنا چاہیے۔ تقی عثمانی اس تمام بحث میں متوازن راہ دکھاتے ہیں کہ اصولی جواز کے ساتھ عملی احتیاط بھی لازم ہے۔[25]

معاصر آراء کا تقابلی نتیجہ

اگر معاصر فقہاء کے مواقف کا تقابل کیا جائے تو تین بڑے رجحانات سامنے آتے ہیں :مشروط جواز، محتاط جواز اور خاندانی ترجیح کا رجحان۔ مطلق ممانعت کا موقف کمزور دکھائی دیتا ہے، کیونکہ قرآن، سنت اور اسلامی تاریخ میں عورت کی معاشی شرکت کے واضح شواہد موجود ہیں۔[26]

مطلق آزادی بھی اسلامی تصور سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ اسلام اخلاقی نظم، حیا اور خاندانی استحکام کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اس لیے سب سے مضبوط اور متوازن موقف وہی ہے جس میں جواز کو حدود کے ساتھ قبول کیا جائے۔یہی وہ نقطہ ہے جہاں اسلامی فقہ جدید معاشرتی ضرورت اور اخلاقی نظم کے درمیان ایک قابلِ عمل توازن پیدا کرتی ہے۔ اس توازن کے بغیر یا تو عورت کی صلاحیتیں دب جاتی ہیں یا خاندانی ڈھانچہ متاثر ہوتا ہے۔

مقاصدِ شریعت کی روشنی میں تجزیہ

مقاصدِ شریعت کی روشنی میں عورت کی ملازمت کو دیکھنے سے مسئلہ مزید واضح ہوتا ہے۔ شریعت کا مقصد دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ ہے۔ عورت کی جائز ملازمت اگر ان پانچ مقاصد کی حفاظت میں مدد دے تو وہ شرعاً مثبت حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔حفظِ نفس کے اعتبار سے معاشی استحکام ضروری ہے، خصوصاً بیوگی، یتیمی،

طلاق، بیماری یا گھریلو مجبوریوں کے حالات میں۔ ان مواقع پر عورت کی کمائی زندگی کے تحفظ اور عزتِ نفس کی بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔[27]

حفظِ عقل کے لحاظ سے تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت عورت کی علمی صلاحیتوں کو نکھارتی ہے۔ اسلام نے عورت کی تعلیم کو کبھی معیوب نہیں سمجھا؛ بلکہ علم کو مرد و عورت دونوں کے لیے خیر کا ذریعہ قرار دیا۔حفظِ نسل اور حفظِ خاندان کے زاویے سے ملازمت وہی قابلِ قبول ہے جو گھر کے نظام کو تباہ نہ کرے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں فقہی بصیرت اور عملی حکمت ایک دوسرے کے ساتھ چلتی ہیں۔

جدید مسلم معاشروں میں عورت کی ملازمت

آج کے مسلم معاشروں میں عورت کی معاشی شرکت ایک حقیقت ہے۔ پاکستان، ترکی، ملائیشیا، سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک میں خواتین تدریس، طب، بینکاری، سماجی بہبود، تحقیق اور نجی شعبے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ یہ حقیقت یہ بتاتی ہے کہ بحث اب صرف نظری نہیں رہی بلکہ عملی زندگی سے جڑ گئی ہے۔[28]

جدید مسلم ریاستوں میں خواتین کے لیے تعلیم اور روزگار کے مواقع کے بڑھنے سے یہ سوال مزید اہم ہو گیا ہے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق ان مواقع کو کیسے بہتر بنایا جائے۔ اس سوال کا جواب منفی نفی میں نہیں بلکہ شرعی رہنمائی اور ادارہ جاتی اصلاح میں ہے۔مسلم معاشرے اگر خواتین کے لیے محفوظ، باوقار اور شریعت سے ہم آہنگ کام کے ماحول فراہم کریں تو نہ صرف عورت کی صلاحیتیں بروئے کار آئیں گی بلکہ معاشرے کو بھی باصلاحیت انسانی سرمایہ میسر آئے گا۔

عورت کی ملازمت سے متعلق غلط فہمیاں

عورت کی ملازمت اور معاشی شرکت کے موضوع پر مختلف ادوار میں متعدد غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں جن کی وجہ سے اس مسئلے کے بارے میں افراط و تفریط پر مبنی آراء سامنے آتی رہی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا متوازن مطالعہ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے اور مسئلے کی صحیح شرعی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔[29]ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ عورت کا گھر سے باہر کام کرنا لازماً غیر اسلامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی مصادر میں ایسا کوئی صریح اور کلی حکم موجود نہیں جو عورت کی تمام معاشی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دیتا ہو۔

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ جو عورت گھر سے باہر کام کرے وہ لازماً اپنے خاندانی فرائض میں ناکام ہو جاتی ہے۔ یہ حکمِ کلی بھی درست نہیں، کیونکہ بہت سی خواتین مناسب نظم کے ساتھ گھر اور ملازمت دونوں ذمہ داریاں نبھا لیتی ہیں۔تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ حجاب اور ملازمت اکٹھے نہیں چل سکتے۔ حالانکہ شرعی حجاب، مناسب ماحول، پیشہ ورانہ وقار اور خاندانی توازن کے ساتھ عورت کی ملازمت ممکن ہے۔چوتھی غلط فہمی یہ ہے کہ عورت کی معاشی شرکت کو تسلیم کرنا گویا مرد و زن کے اخلاقی فرق کو مٹا دینا ہے۔ اسلامی فکر اس سے مختلف ہے؛ وہ ذمہ داریوں کی تقسیم کو اخلاق اور انصاف کے ساتھ جوڑتی ہے، نہ کہ صنفی امتیاز کے ذریعے۔[30]

عملی شرائط اور قابلِ عمل ضابطہ

اس موضوع پر راجح موقف کو عملی بنانے کے لیے چند بنیادی شرائط وضع کی جا سکتی ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ کام جائز ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ماحول شرعی وقار کے مطابق ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ عورت کے لباس، گفتگو اور میل جول میں حیا موجود ہو۔چوتھی شرط یہ ہے کہ ملازمت عورت کی جسمانی و نفسیاتی صحت کو غیر ضروری نقصان نہ پہنچائے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ بچوں کی تربیت، شوہر کے حقوق اور گھر کے انتظام کے لیے مناسب توازن قائم کیا جائے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ اگر گھر میں حقیقی ضرورت زیادہ ہو تو ترجیحات بدلنے میں شرعی حکمت سے کام لیا جائے۔یہ ضابطہ کسی فرد پر پابندی نہیں بلکہ ایک عملی رہنمائی ہے۔ اس کے ذریعے نہ عورت کی عزت مجروح ہوتی ہے، نہ خاندان کا استحکام، اور نہ دینی اصول متاثر ہوتے ہیں۔

نتیجۂ بحث

مجموعی تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کی ملازمت کے مسئلے میں اصل سوال جواز یا عدمِ جواز کا نہیں بلکہ شرائط، حدود اور صحیح اطلاق کا ہے۔ قرآن عورت کے حقِ ملکیت، حقِ وراثت اور حقِ کسب کو تسلیم کرتا ہے؛ سنتِ نبوی عورت کی عملی شرکت کی مثالیں فراہم کرتی ہے؛ اور فقہی مکاتبِ فکر عورت کی مالی خودمختاری کو مانتے ہیں۔معاصر فقہاء کی اکثریت مشروط جواز کے موقف پر قائم ہے، اور یہی موقف اسلامی اصولوں اور موجودہ سماجی ضرورتوں کے زیادہ قریب ہے۔ لہٰذا عورت کی ملازمت کو اصولاً جائز مگر شرعی و اخلاقی قیود کے ساتھ سمجھنا ہی درست علمی رویہ ہے۔[31]اس نتیجے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرت عورت کو کمزور یا غیر فعال نہیں بناتی بلکہ اسے باوقار، ذمہ دار اور متوازن شخصیت کے طور پر معاشی زندگی میں شریک دیکھنا چاہتی ہے۔

فقہی تطبیق برائے عصر حاضر

عصرِ حاضر میں عورت کی ملازمت اور معاشی شرکت کا مسئلہ جدید سماجی، معاشی اور خاندانی تبدیلیوں کے باعث خاص اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اسلامی فقہ کے اصول و نصوص کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے عورت کی مالی خود مختاری، حقِ ملکیت اور جائز معاشی سرگرمیوں کو تسلیم کیا ہے، تاہم اس کے ساتھ بعض شرعی اور اخلاقی حدود بھی متعین کی ہیں۔ اس لیے معاصر حالات میں اس مسئلے کا حل نہ افراط میں ہے اور نہ تفریط میں، بلکہ فقہی اصولوں کی روشنی میں ایک متوازن تطبیق اختیار کرنا ضروری ہے۔ قرآنِ مجید، سنتِ نبویہ اور آثارِ صحابہؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت ضرورت، مصلحت یا معاشرتی خدمت کے پیشِ نظر گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور جائز میدانوں میں کام کر سکتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی تجارت، حضرت اسماءؓ کی محنت، حضرت زینبؓ کی مالی معاونت اور صحابیات کی طبی و رفاہی خدمات اس حقیقت کی تائید کرتی ہیں۔ اسی بنا پر جمہور فقہاء نے اصولی طور پر عورت کے کسبِ معاش کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ شرعی احکام اور اخلاقی حدود کی رعایت کی جائے۔[32]

معاصر فقہاء نے عورت کی ملازمت کے جواز کے لیے چند بنیادی شرائط بیان کی ہیں:[33]

اول : ملازمت یا پیشہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے شرعاً جائز ہو اور اس میں کسی حرام عمل کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو۔

دوم : پردہ، حیا اور اسلامی لباس کے احکام کی پابندی کی جائے اور زینت کی نمائش سے اجتناب کیا جائے۔

سوم : مردوں اور عورتوں کے درمیان غیر ضروری اختلاط، خلوت اور ایسے ماحول سے بچا جائے جو فتنے کا سبب بن سکتا ہو۔

چہارم : ملازمت کی وجہ سے ازدواجی، خاندانی اور تربیتی ذمہ داریوں میں خلل پیدا نہ ہو، کیونکہ خاندان کا استحکام اسلامی معاشرت کا بنیادی مقصد ہے۔

پنجم : عورت کی ملازمت معاشرتی ضرورت، ذاتی ضرورت یا جائز مصلحت پر مبنی ہو اور اس سے اس کی عزت، وقار اور دینی تشخص متاثر نہ ہو۔

عصرِ حاضر میں تعلیم، طب، تدریس، دعوت، تحقیق، سماجی خدمت، فلاحی کام، خواتین کی صحت، نفسیاتی رہنمائی اور دیگر متعدد شعبوں میں خواتین کی خدمات نہ صرف مفید بلکہ بعض اوقات ناگزیر سمجھی جاتی ہیں۔ فقہ اسلامی کے مقاصد (مقاصد الشریعہ) کے تناظر میں دیکھا جائے تو اگر عورت کی ملازمت سے دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ میں مدد ملتی ہو تو یہ مصلحتِ معتبرہ کے دائرے میں داخل ہو سکتی ہے۔[34]

لہٰذا فقہی نصوص، قرآنی تعلیمات، سنتِ نبویہ اور مقاصدِ شریعت کے مجموعی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام عورت کی معاشی و سماجی شرکت کا اصولی طور پر مخالف نہیں، بلکہ اسے شرعی حدود، اخلاقی اقدار، عفت و حیا اور خاندانی ذمہ داریوں کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ اس بنا پر عصرِ حاضر میں عورت کی ملازمت کو مطلقاً ممنوع یا مطلقاً مطلوب قرار دینا درست نہیں، بلکہ ہر صورتِ حال کا جائزہ شریعت کے اصولوں، معاشرتی ضرورت اور مصلحتِ شرعیہ کی روشنی میں لیا جانا چاہیے۔

مختصر حتمی کلمات

اگر مسلم معاشرے اس توازن کو اختیار کریں تو عورت کی صلاحیتیں بھی نفع بخش ہوں گی، خاندان بھی محفوظ رہے گا، اور اسلامی اخلاقی نظام بھی مضبوط ہو گا۔ یہی وہ علمی اور عملی توازن ہے جس کی اس مسئلے میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔اس مقالے کا حتمی نکتہ یہ ہے کہ عورت کی ملازمت نہ تو مطلق طور پر ممنوع ہے اور نہ غیر مشروط طور پر آزاد۔ اس کا درست شرعی تصور ایک منظم، باوقار اور ذمہ دارانہ شرکت ہے جو نصوصِ شرعیہ، فقہی قواعد اور مقاصدِ شریعت کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔[35]

مزید برآں، عصرِ حاضر میں خواتین کی ملازمت کے حوالے سے پالیسی سطح پر ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ دینی ادارے، جامعات، اور ریاستی سطح پر ایسے رہنما اصول تیار کیے جائیں جو نہ صرف شرعی حدود کو محفوظ رکھیں بلکہ خواتین کی تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترقی کے راستے بھی کھولیں۔ جب ماحول محفوظ ہو، کام کی نوعیت مناسب ہو، اور ذمہ داریوں میں توازن موجود ہو تو عورت کی شرکت معاشرے کے لیے رحمت اور ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔[36]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

1. *Al-Naḥl*, 16:97.
2. Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Mabsūṭ*. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.; Kāsānī, ‘Alā’ al-Dīn Abū Bakr ibn Mas‘ūd. *Badā’i‘ al-Ṣanā’i‘ fī Tartīb al-Sharā’i‘*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1986; Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. *Al-Majmū‘ Sharḥ al-Muhadhdhab*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d.; Ibn Qudāmah, Muwaffaq al-Dīn ‘Abd Allāh ibn Aḥmad. *Al-Mughnī*. Riyadh: Dār ‘Ālam al-Kutub, n.d.; Ibn Rushd, Muḥammad ibn Aḥmad. *Bidāyat al-Mujtahid wa Nihāyat al-Muqtaṣid*. Cairo: Dār al-Ḥadīth, 2004.
3. ‘Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Fiqhī Maqālāt*. Karachi: Maktabat Ma‘ārif al-Qur’ān, n.d. 2:185-198; ‘Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Islām aur Jadīd Mu‘āshī Masā’il*. Karachi: Maktabat Ma‘ārif al-Qur’ān, n.d. 221-228.
4. *Al-Nisā’*, 4:19.
5. *Al-Nisā’*, 4:32.

6. *Al-Nisā'*, 4:4.
7. Ibn Hishām, ‘Abd al-Malik ibn Hishām. *Al-Sīrah al-Nabawīyah*. Beirut: Dār al-Jīl, n.d. 1:187-191; Ibn Sa‘d, Muḥammad ibn Sa‘d. *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Beirut: Dār Ṣādir, n.d. 8:13-16.
8. Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāt, 1422 AH. Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Ghīrat al-Nisā' wa Wajdihinna, Ḥadīth No. 5224; Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-‘Arabī, n.d. Kitāb al-Zuhd wa al-Raqā'iq, Bāb Ḥadīth Asmā' bint Abī Bakr, Ḥadīth No. 2182.
9. Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Kitāb al-Zakāh, Bāb al-Zakāh ‘alā al-Aqārib, Ḥadīth No. 1466; Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*. Kitāb al-Zakāh, Bāb Faḍl al-Nafaqah ‘alā al-Aqrabīn wa al-Zawj wa al-Awlād, Ḥadīth No. 1000.
10. Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Mudāwāt al-Nisā' al-Jarḥā fī al-Ghazw, Ḥadīth No. 2882; Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*. Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Ghazw al-Nisā' ma‘a al-Rijāl, Ḥadīth No. 1812.
11. *Al-Nisā'*, 4:32.
12. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta'wīl Āy al-Qur'ān*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d. Tafsīr Sūrat al-Nisā', Āyah 32; Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur'ān*. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣrīyah, 1964. 5:249-251.
13. *Al-Tawbah*, 9:71.
14. Ṭabarī, *Jāmi‘ al-Bayān*. Tafsīr Sūrat al-Tawbah, Āyah 71; Ibn Kathīr, Ismā‘īl ibn ‘Umar. *Tafsīr al-Qur'ān al-‘Aẓīm*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1419 AH. Tafsīr Sūrat al-Tawbah, Āyah 71.
15. *Al-Qaṣaṣ*, 28:23.
16. Ṭabarī, *Jāmi‘ al-Bayān*. Tafsīr Sūrat al-Qaṣaṣ, Āyah 23; Qurṭubī, *Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur'ān*. 13:271-274.
17. *Al-Aḥzāb*, 33:33.
18. Qurṭubī, *Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur'ān*. Tafsīr Sūrat al-Aḥzāb, Āyah 33; Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'ān al-‘Aẓīm*. Tafsīr Sūrat al-Aḥzāb, Āyah 33; Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn ‘Alī. *Aḥkām al-Qur'ān*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1994. 3:557-560.
19. Ibn Hishām, *Al-Sīrah al-Nabawīyah*. 1:187-191; Ibn Sa‘d, *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. 8:13-16.
20. Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Kitāb al-Zakāh, Bāb al-Zakāh ‘alā al-Aqārib, Ḥadīth No. 1466; Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*. Kitāb al-Zakāh, Bāb Faḍl al-Nafaqah ‘alā al-Aqrabīn wa al-Zawj wa al-Awlād, Ḥadīth No. 1000.
21. Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Mudāwāt al-Nisā' al-Jarḥā fī al-Ghazw, Ḥadīth No. 2882; Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*. Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Ghazw al-Nisā' ma‘a al-Rijāl, Ḥadīth No. 1812.
22. Ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Aḥmad ibn ‘Alī. *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d. 3:330-332; Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-‘Arabī, n.d. 7:112-115.
23. *Al-Maṣlaḥah al-Mursalah* — Fiḳhī Istidlāl mein ‘Āmm Maṣlaḥat kā Liḥāẓ.
24. *Uṣūl-i Ibāḥat: Al-Aṣl fī al-Ashyā' al-Ibāḥah* — Fiḳh kā Muslim Uṣūl.
25. *Qā'idah: Al-Maṣlaḥah al-Mursalah* — Fiḳhī Istidlāl mein ‘Āmm Maṣlaḥat kā Liḥāẓ.
26. *Qā'idah: Sadd al-Dharā'i‘* — Jā'iz Fa‘l ke Mumkinah Ghalat Ist‘imāl se Bachā'o.
27. *Ḥifẓ-i Dīn, Ḥifẓ-i Nafs, Ḥifẓ-i ‘Aql, Ḥifẓ-i Nasl aur Ḥifẓ-i Māl* — Maqāṣid-i Sharī‘at ke Ma‘rūf Uṣūl.

28. Mu‘āṣir Muslim Mu‘āsharōn mein Ghar, Ta‘līm aur Mulāzamat ke Darmiyān Tavāzun ek Aham Pālīsī Mas’alah hai.
29. Qaraḍāwī, Yūsuf. *Markaz al-Mar’ah fī al-Ḥayāh al-Islāmīyah*. Cairo: Maktabat Wahbah, n.d. 127-145; Zaydān, ‘Abd al-Karīm. *Al-Mufaṣṣal fī Aḥkām al-Mar’ah wa al-Bayt al-Muslim fī al-Sharī‘ah al-Islāmīyah*. Beirut: Mu’assasat al-Risālah, n.d. 4:281-315.
30. ‘Aurat kī Mulāzamat ke bāre mein Fiḳhī Ikhtilāf kī Aslī Binyād Ḥudūd aur Shurūṭ hain, na kih Uṣūl-i Jawāz.
31. Mashrūṭ Jawāz, na Muṭlaq Mamānī‘at aur na Ghair Mashrūṭ Āzādī.
32. Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Mabsūṭ*. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d. 22:27-30; Ibn Qudāmah, ‘Abd Allāh ibn Aḥmad. *Al-Mughnī*. Riyadh: Dār ‘Ālam al-Kutub, n.d. 6:186-188.
33. Zuḥaylī, Wahbah. *Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh*. Damascus: Dār al-Fikr, 1985. 7:5147-5152; Qaraḍāwī, Yūsuf. *Fatāwā Mu‘āṣirah*. Cairo: Dār al-Qalam, n.d. 2:379-386.
34. Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. *Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharī‘ah*. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d. 2:8-12; Ibn ‘Āshūr, Muḥammad al-Ṭāhir. *Maqāṣid al-Sharī‘ah al-Islāmīyah*. Tunis: Dār al-Salām, n.d. 221-229.
35. Jumhūr-i Fuqahā’ ke Nazdīk ‘Aurat kī Mālī Khud-Mukhtārī ek Taslīm-shudah Uṣūl hai; Ikhtilāf sirf ‘Amalī Quyūd aur Iṭlāq mein hai.
36. Is Maqāleh kā Rājiḥ Natījah: Mashrūṭ Jawāz, na Muṭlaq Mamānī‘at aur na Ghair Mashrūṭ Āzādī.